وقت بھی اللہ ان کے پاس ہوتا ہے اور ان کے تمام اعمال کو گھیرے ہوئے ہے۔ کوئی نیکی کرتا ہے اس کو بھی اللہ خوب جانتا ہے۔ اور فرمایا: ﴿وَما كنتَ فِي شأنٍ وّما تُتلو مِنه مِن قرانٍ وّما تعملونَ مِن عملٍ إلا كنّا عليكم شهودًا إذ تُفيضونَ فيهِ وما يعزُبُ عَن ربّکَ مِن مثقالِ ذرةٍ في السمٰوات والأرضِ﴾ [یونس ٦١] ''آپ کسی حال میں ہوں اور-من جملہ ان احوال کے- آپ کہیں سے قرآن کی تلاوت کرتے ہوں اور جو کام بھی کرتے ہوں ہمیں سب کی خبر رہتی ہے، جب اس کام میں مشغول ہوتے ہو، اور آپ کے رب سے کوئی ذرہ برابر چیز بھی پوشیدہ نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔ اور نہ کوئی چھوٹی چیز اور نہ بڑی چیز سب کے سب کتاب میں درج ہے۔''

جب بندہ اللہ کے کمال علم پر ایمان رکھتے ہوئے اللہ کی نگرانی کے احساس میں ہوتا ہے تو اس کی زندگی میں خیر اور اصلاح کا انقلاب برپا ہوگا اور وہ ''احسان'' کے مقام پر پہنچے گا، جس کا تذکرہ مشہور حدیث جبریل علیہ السلام میں آیا ہے: ''الإحسانُ أن تعبدَ اللهَ كأنکَ تراه، فإن لم تكن تراه فإنه يراکَ'' [صحیح مسلم ١] ''احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح انجام دی جائے جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اگر اتنا یقین نہ آئے، تو کم از کم اتنا تصور ضرور آنا چاہیے کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔'' کوئی نافرمان یہ نہ سمجھے کہ اس کا گناہ اللہ سے مخفی ہے، یا اللہ تعالیٰ بھول جائے گا۔ نعوذ باللہ من ذلک [انظر: أثر التربية الإسلامية في أمن المجتمع الإسلامي ص: ٢٤-٢٨]

قانونِ الٰہی بزبانِ رسالت مآب ﷺ ہے: ''إنّ اللهَ يُمهِلُ لِلظّالِمِ ولا يُهمِلُ حتى إذا أخذَه لم يُفلِته'' اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے لیکن اس سے غفلت نہیں برتتا، لیکن جب پکڑتا ہے تو اسے چھوڑتا نہیں۔'' پھر آپ ﷺ نے اسی مناسبت سے آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿وكذٰلکَ أخذُ ربّکَ إذا أخذَ القُرىٰ وَهِيَ ظالِمَةٌ إنّ أخذَهُ أليمٌ شَديدٌ ۝﴾ [صحیح البخاري ٤٦٨٦] انہی حقائق کی وجہ سے اللہ پاک نے زیر تفسیر آیات میں یہود کے برے اعمال پر ڈانٹتے ہوئے فرمایا: ﴿أو لا يعلمون أن اللهَ يعلمُ ما يسرّون وما يعلنون﴾ اس میں صرف یہود کی ڈانٹ نہیں، بلکہ تمام نافرمانوں کے لیے عبرت کا واضح پیغام ہے۔

درس حدیث شریف

اتحادِ امت اسلامیہ

ابو محمد عبدالوہاب خان

عن النعمان بن بشير ﷺ قال قال رسول الله ﷺ :"ترى المؤمنينَ في تراحمِهم وتوادِّهم وتعاطفِهم كمثلِ الجسدِ إذا اشتكىٰ عضوًا تداعىٰ لهُ سائرُ جسدِهِ بالسهرِ والحمّٰى ." [صحيح البخاري ٦٠١١، صحيح مسلم ٦٧٥١، مسند أحمد ١٨٣٩٨، ١٨٤٠٤، سنن البيهقي الكبرى ٦٦٦٠، ٦٢٢٣، شرح السنة ٣٤٥٩] ترجمہ:"آپ اہل ایمان کو باہمی رحمت، محبت اور ہمدردی کے لحاظ سے ایک ہی جسم کی مانند دیکھو گے، جب اس کے ایک عضو میں شکایت پیدا ہوتی ہے، تو سارا جسم بے خوابی اور بخار کے ذریعے اس کی فریاد کرتا ہے۔"

راویٔ حدیث: نعمان ﷺ بن بشیر ﷺ بن سعد بن ثعلبة الخزرجي الأنصاري ہجرت مدینہ کے بعد پہلا انصاری بچہ تھا۔ غالباً اسی لیے آپ کے والد حضرت بشیر ﷺ نے اپنی اہلیہ عمرة بنت رواحہؓ کی فرمائش پر آپ کو کوئی مال ہبہ کرنا چاہا، جس پر رسول اللہ ﷺ نے اولاد میں مساوات کا حکم فرمایا۔

حضرت بشیر ﷺ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور حسب توفیق اپنی حیات سعیدہ دین کی خدمت میں گزارتے رہے، حتی کہ حضرت خالد بن الولید ﷺ کے زیر قیادت ۱۴ھ میں عین التمر کے مقام پر شہید ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے وقت حضرت نعمان بن بشیر ﷺ ساڑھے آٹھ سال کے تھے۔ علم دین اور عمل صالح سے مزین ہو گئے۔ آپ سے دونوں بیٹوں محمدؒ اور بشیرؒ کے علاوہ بہت سے تابعین نے علوم نبوت حاصل کیں۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان ﷺ کی مظلومانہ شہادت کے بعد آپ کی خون آلود قمیص لے جا کر شام میں امیر معاویہ ﷺ کو پیش کی۔ کچھ عرصہ دمشق کے قاضی رہے۔ پھر معاویہ ﷺ نے کوفہ کا، پھر حمص کا گورنر بنایا۔ حضرت حسین ﷺ اور اہل بیت کی مظلومانہ شہادت کے بعد یزید کے سامنے اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کا فریضہ ادا کیا۔ امیر معاویہ ﷺ کے بعد کچھ عرصہ بنی امیہ کی حکومت کے ساتھ رہے، حتی کہ ان کی حکمرانی سے تنگ آ گئے۔ اور مسلمہ بن ذؤیب کی کوشش سے حضرت عبداللہ بن الزبیر ﷺ کے حامی بن گئے۔ ان کے سپہ سالار ضحاک بن قیس المرادی کی حمایت میں حمص سے لشکر بھیجا۔

گورنر قنسرین زفر بن الحارث اور گورنر فلسطین ناتل بن قیس نے بھی ابن الزبیر ﷛ کی حمایت میں فوج بھیجی۔ آخر ۶۴ھ کو مرج راھط میں بیس روزہ طویل جنگ کے بعد الضحاک، مروان بن الحکم سے شکست کھا کر قتل ہو گیا۔ جب اہل حمص جنگ سے واپس لوٹے تو نعمان بن بشیر ﷛ اپنے کنبے سمیت فرار ہو گئے۔ حمصیوں نے پیچھا کیا اور عمرو بن خلی فہری نے اوائل ۶۵ھ میں آپ ﷛ کو شہید کر دیا۔ ان واقعات کے بعد شام میں بنی امیہ کی حکومت مستحکم ہو گئی۔

[تاریخ الطبری ۵/۵۳۵، البدایة والنهایة ۸/۲۶۸، المنتظم في تاريخ الأمم والملوك ۵/۳۳۴]

شواہد حدیث: ۱: عن أبي موسى الأشعري ﷛ عن النبي ﷺ "المؤمنُ للمؤمنِ كالبنيانِ يشدُّ بعضُهُ بعضًا" وشبَّكَ بينَ أصابعِهِ. [البخاري ۴۸۱، مسلم ۶۷۵۰] "مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے، جس کا ہر حصہ دوسرے حصے کو تقویت دیتا ہے۔" یہ فرماتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈال کر دکھایا۔"

۲: عن سهل بن سعدٍ ﷛ عن النبي ﷺ "المؤمنُ مِن أهلِ الإيمانِ بمنزلةِ الرأسِ مِن الجسدِ، يألمُ المؤمنُ لأهلِ الإيمانِ كما يألمُ الجسدُ لما في الرأسِ." [أحمد ۲۲۹۲۸ وصححه الأرنؤوط لغيره، ابن أبي شيبة ۱۱۱، المعجم الكبير للطبراني ۵۶۱۱] "اہل ایمان میں ہر مؤمن کی حیثیت جسم کے لیے سر کی اہمیت جیسی ہے، جس طرح سر کے درد پر سارا جسم تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

شرح: رسول اللہ ﷺ روئے زمین پر بسنے والے ہر انسان کو "کلمہ طیبہ" کی بنیاد پر شریعت کی نگاہ میں ایک دوسرے کا "بھائی" قرار دیتے ہیں۔ اور اس برادری کے تقاضے "ایک جسم" کی مثال سے سمجھاتے ہیں۔ اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے: "المسلمونَ كرجلٍ واحدٍ إذا اشتكى عينُه اشتكى كلُّهُ وإذا اشتكى رأسُهُ اشتكى كلُّهُ" [البخاري ۴۸۱، ۶۰۲۶، مسلم (۶۵) ۲۵۸۵] "اہل اسلام کی مثال ایک ہی آدمی کی طرح ہے؛ جب اس کی آنکھ میں درد ہوتا ہے، تو سارا جسم دکھتا ہے اور جب اس کے سر میں تکلیف ہوتی ہے، تو سارا بدن دکھتا ہے۔"

جس طرح جسم کا ہر حصہ دوسرے حصوں کے ساتھ مل کر ایک وجود بنتا ہے، اسی طرح امت کا ہر فرد دوسرے افراد کے ساتھ مربوط و منظم ہونا چاہیے۔ آپس میں برادرانہ ہمدردی اور خیر خواہی کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہو کر تکلیف میں مبتلا حصے کو چھٹکارا دینے اور آرام پہنچانے کی ہر ممکن عملی کوشش کرنا چاہیے۔

جب تک اہل اسلام ''عقیدہ توحید وسنت'' پر متفق رہے، آپس میں کوئی جاہلانہ تعصب پیدا نہیں ہوا اور برادرانہ جذبہ کارفرما رہا، انہوں نے ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے ذریعے وقت کی ہر ظالم قوت کو سرنگوں کردیا۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ رب العزت نے بعض اہم ذمہ داریوں کے ساتھ مبعوث فرما کر اہل ایمان پر احسانِ عظیم فرمایا: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ [آل عمران ١٦٤] ''یقیناً اللہ پاک نے مؤمنوں پر احسان فرماتے ہوئے ان کے ہاں انہی کی برادری میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا، جو ان پر اس کی آیات پڑھ کر سناتا (اور سمجھاتا) ہے، اور انہیں (زمانہ جاہلیت کے اثراتِ بد سے) پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب الٰہی وحکمت نبوی کی تعلیم سے سرفراز فرماتا ہے؛ اگرچہ وہ اس سے قبل یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔''

اس تعلیم وتربیت نبوی سے فیض یاب ہونے والے اہل ایمان نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمان برداری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ وہ زمانہ جاہلیت کے ہر تعصب سے توبہ نصوح کرکے ﴿اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ [الأنبياء ٩٢] کے پیکر بن گئے۔ تعلیم نبوی نے تمام سابقہ جہالتوں کو مٹا کر ایک دوسرے کے بھائی بنا دیا۔ تربیت نبوی نے چہار دانگ عالم کے دلوں کو فتح کروالیا۔ اب ''جہاد فی سبیل اللہ'' نے یکے بعد دیگرے فراعنہ وقت کی سطوتوں کو خاک میں ملا دیا۔ یہی وہ ''اخوتِ اسلامی'' ہے، جس کا احیاء ہی آج امت اسلامیہ کے ہر مرض کی شفا ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ ''المسلمُ أخو المسلمِ لا يَظلِمُهُ ولا يُسلِمُهُ، ومَن كانَ فِي حاجةِ أخيهِ كانَ اللهُ في حاجتِهِ، ومَنْ فرَّجَ عن مسلمٍ فرَّجَ اللهُ عنه كُربةً مِن كُربِ يومِ القيامةِ، ومَن سترَ مسلمًا سترَ اللهُ عليهِ'' [البخاري ٢٤٤٢، مسلم ٦٧٤٣] ''مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، نہ اسے ظالم کے رحم وکرم پر چھوڑتا ہے۔ جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت براری میں لگا رہے، اللہ پاک اس شخص کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے۔ اور جس نے اپنے دینی بھائی کی ایک بڑی مصیبت دور کی، اللہ تعالیٰ اس کی ایک اخروی مصیبت دور فرماتا ہے۔ اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے، اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرتا ہے۔'' حدیثِ مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ میں ہے: ''ومَن سترَ مسلمًا سترَ اللهُ عليه في الدنيا والآخرةِ، ومَن نجّىٰ مكروبًا فكَّ اللهُ عنه كربةً مِن كربِ يومِ القيامةِ، ومن كان في حاجة أخيه كانَ اللهُ في حاجتهِ'' [مسند أحمد ١٧٠٠٠ وصححه الأرنؤط، مصنف عبدالرزاق ١٨٩٣٦] ''جو کوئی کسی مسلمان کی پردہ پوشی

کرے، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت دونوں میں اس کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اور جس نے کسی شدید ترین تکلیف میں مبتلا شخص کی تکلیف دور کی، اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن ایک تکلیف دور فرمائے گا۔ اور جو کوئی اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے۔''

''ومَن يَسَّرَ علىٰ معسرٍ يَسَّرَ الله عليهِ في الدنيا والآخرةِ'' [مسلم ۷۰۲۸] ''اور جو کسی تنگدست کو سہولت فراہم کرے، اللہ تعالیٰ اسے دنیا اور آخرت میں سہولت عطا فرمائے گا'' مالی حقوق میں حقدار کی طرف سے سہولت دینے کی صورتیں یہ ہیں: ﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَّاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞﴾ [البقرة ۲۸۰] ''اور اگر قرضدار تنگدست ہو، تو گنجائش ہونے تک مہلت دی جائے اور اگر تم صدقہ کرو، تو تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم جانتے ہوں۔'' دوسرے لوگوں کی طرف سے سہولت اس کے ساتھ مالی تعاون ہے۔

حضرت ابوقتادہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مَن سَرَّهُ أن يُنجيهِ اللهُ مِن كربِ يوم القيامةِ فليُنَفِّسْ عن معسرٍ أو يضعْ عنهُ'' [مسلم ۴۰۸۳] ''جس کی خواہش ہو کہ اللہ پاک اسے روزِ قیامت کی شدید ترین تکلیف سے نجات عطا فرمائے تو اسے چاہیے کہ تنگدست کو سہولت دے یا اس کا حق معاف کر دے۔''

حضرت ابوالیسر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مَن أنظرَ مُعسِرًا أو وَضعَ عنه أظلّه الله في ظلّه يومَ لا ظِلَّ إلا ظِلُّهُ'' [مسلم ۷۷۰۴] ''جس نے کسی تنگدست کو مہلت دی یا اس کا حق معاف کر دیا تو اللہ پاک اسے اس روز اپنا مبارک سایہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔''

اس نیکی کے ثواب میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''كانَ تاجرٌ يداينُ الناسَ فإذا رأى مُعسِرًا قالِ لصبيانِه: تجاوَزُوا عنه لعلَّ اللهَ أن يتجاوزَ عنّا، فتجاوزَ اللهُ عنه'' [البخاري ۲۰۷۸] ''ایک تاجر لوگوں سے ادھار اور قرض کا معاملہ کیا کرتا تھا۔ جب وہ کسی تنگدست کو دیکھتا تو اپنے بچوں سے کہتا تھا: اس غریب سے درگزر کرو، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر فرمائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں سے درگزر فرمالیا۔''

ان امور پر یہ انعاماتِ الٰہیہ الجزاءُ مِن جنسِ العملِ کی قسم ہیں۔ الکربۃ سے مراد شدید ترین تکلیف ہے اور تنفیس اس تکلیف میں کمی کرنے کو کہتے ہیں، جس سے اس کی شدت کم ہو جائے اور وہ آرام محسوس کرنے لگے۔ تفریج سے مراد تکلیف کو بالکل ختم کر دینا ہے۔ پس جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف کو کم کرانے کی کوشش کرے، اللہ اس شخص کی تکلیف کم کرتا ہے۔ اور جو مسلمان بھائی کی تکلیف کو بالکل ختم کر دے، اللہ تعالیٰ اس کو اخروی تکلیف سے

بالکل نجات عطا فرماتا ہے۔

تنگی میں پڑے ہوئے دینی بھائی کے لیے آسانی پیدا کرنے اور عیوب کی پردہ پوشی کرنے کے حوالے سے اللہ کے رسول ﷺ نے ''دنیا اور آخرت'' دونوں میں اس کے لیے آسانی اور پردہ پوشی کے انعامات کا اعلان فرمایا۔ لیکن الکربة سے چھٹکارا دینے کے معاملے میں صرف ''اخروی'' انعام کا ہی تذکرہ کیوں فرمایا؟

اس کی ایک وجہ امام ابن رجب نے یہ بیان کی ہے: الکُربة سخت ترین تکلیف کو کہتے ہیں، جو کہ دنیا میں شاذ ونادر ہی کسی کو پیش آسکتی ہے: جبکہ تنگی میں سہولت اور عیوب کی پردہ پوشی کی ضرورت انسان کو پیش آتی رہتی ہے۔

دوسری وجہ یہ بتائی کہ دنیاوی تکلیف خواہ انسانی اصطلاح میں ''شدید ترین'' بھی ہو، آخرت کو پیش آنے والی ادنیٰ تکلیف کے مقابلے میں بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی سنگین تکالیف سے چھٹکارا دینے کا انعام روزِ قیامت پیش آنے والی الکربة سے نجات بخشنے کے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔ [جامع العلوم والحکم]

روزِ قیامت پیش آنے والی ''الکــــربة'' کی ایک جھلک رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں نظر آتی ہے: **''يجمعُ اللهُ الأولين والآخرينَ في صعيدٍ واحدٍ فيُسمِعُهم الداعي ويَنفذُهم البصرُ وتدنو الشمسُ منهم فيبلغُ الناسَ مِن الكربِ والغمِّ ما لا يطيقون ولا يحتملونَ، فيقولُ الناسُ بعضُهم لبعضٍ: ألا ترونَ ما بلغكم ألا تنظرونَ من يشفعُ لكم عند ربِّكم؟!...''** إلخ حديث الشفاعة [البخاري ٤٧١٢، مسلم ١٠٥] ''اللہ تعالیٰ تمام اگلوں اور پچھلوں کو ایک ہی میدان (محشر) میں اس طرح جمع کرے گا کہ ایک پکارنے والا سب کو سنا سکے اور ہر شخص تمام لوگوں کو دیکھ سکے۔ اور سورج ان کے قریب ہو جائے گا، اب لوگوں کو اس قدر شدید ترین ''کرب واذیت'' اور غم واندوہ لاحق ہوگا، جسے وہ برداشت نہیں کر سکیں گے اور اسے بھگت نہیں سکیں گے۔ اب لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے: کیا تمہیں اپنی حالت نظر نہیں آتی! کیا تم ایسی کسی شخصیت کو تلاش نہیں کرتے جو تمہارے رب تعالیٰ کے ہاں تمہاری سفارش کرے؟!...''

اتحادِ امتِ اسلامیہ کی حفاظت کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **''يا معشرَ مَن آمنَ بلسانِهِ ولم يَدخلِ الإيمانُ قلبَهُ لا تغتابُوا المسلمينَ ولا تتَّبِعُوا عوْرَاتِهم، فإنَّه مَن اتبعَ عوراتِهم تتبعَ اللهُ عورتَه ومَن تتبعَ اللهُ عورتَه يُفْضِحْهُ في بيتِه''** [أبو داؤد ٤٨٨٢، مسند أحمد ١٩٧٩١ وصححه الأرنؤط لغيره، الترمذي ٢٠٣٢ نحوه وحسنه عن أبي بردة ﷺ] ''اے ایسے لوگوں کی جماعت جس نے زبان سے ایمان کا

اقرار کرلیا، لیکن ایمان اس کے دل میں جاگزین نہیں ہوا!! تم لوگ مسلمانوں کی غیبت مت کیا کرو اور ان کے عیوب کی تحقیق بھی نہ کیا کرو۔ درحقیقت جو ان کے عیوب کے پیچھے پڑ جائے تو اللہ پاک اس شخص کے عیوب کے پیچھے پڑ جائے گا، اور اللہ تعالیٰ جس کے عیوب کے پیچھے پڑے، اسے اپنے گھر کے اندر ہی رسوا کر کے چھوڑے گا۔''

امام ابن رجبؒ کہتے ہیں: انسان کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم ایسے مسلمان جن کی ظاہری حالت اچھی ہے۔ اگر اس سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرنا شرعاً مطلوب ہے۔ اس قسم کے بارے میں حدیث عائشہؓ سے استدلال کیا جا سکتا ہے: ''أقيلوا ذوي الهيئاتِ عثراتِهم إلا الحدودَ'' [أبو داؤد ٤٣٧٧ وصححه الألباني، أحمد ٢٥٥١٣ وقال الأرنؤط إسناده جيد] ''اور دوسری قسم ایسے فاسق و فاجر کی ہے، جسے لوگوں میں بدنامی کی پروا نہیں اور جب بھی موقع ملے دامن تر ہونے پر آمادہ رہتا ہے۔ اس قسم کے فاسق کی عیب جوئی غیبت شمار نہیں ہوتی۔ اور بہتر یہ ہے کہ اس کا معاملہ ظاہر کر کے حکمران تک پہنچایا جائے، تاکہ اس پر حدود شرعی کا نفاذ ہو سکے، جسے دیکھ کر گناہگار لوگ باز آ جائیں۔ امام مالکؒ نے کہا: اچھے آدمی سے کبھی کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو بہتر ہے کہ اس کے حق میں حکومت کو رپورٹ نہ کرنے کی سفارش کی جائے، اگر سرکار تک رپورٹ نہ پہنچی ہو۔ [جامع العلوم والحکم]

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''أفضلُ الأعمالِ إدخالُ السُّرُورِ على المؤمنِ: كسوتَ عورتَه أو أشبعتَ جوعتَهُ أو قضيتَ لهُ حاجتَه'' [الطبراني وصححه الألباني في الجامع الصغير ١٠٨٣٩] ''سب سے افضل عمل مؤمن کو خوش کرنا ہے: آپ اس کی پردہ پوشی کریں، یا اس کی بھوک مٹائیں یا اس کی کوئی ضرورت پوری کر دیں۔'' حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے ایک دفعہ رات کے وقت حضرت عمر بن الخطابؓ کو ایک گھر میں جاتے دیکھا۔ دن کو انہوں نے اس گھر کا پتہ کیا تو ایک معذور نابینا بڑھیا تھی۔ اس سے پوچھا: جو شخص رات کو یہاں آتا ہے، وہ کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا: اتنے عرصے سے وہ میری ضرورت کا خیال رکھتا رہا ہے۔ ابو وائل شقیق بن سلمہؒ بھی محلے کی بوڑھی خواتین کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔ [جامع العلوم والحکم]

فرمانِ نبوی ہے: ''المسلمُ أخو المسلمِ لا يَظلِمُه ولا يَخذُلُه ولا يَكذِبُه ولا يَحقِرُه.'' [حسنه الترمذي ١٩٢٧، وصححه الألباني، البزار ٨٨٩١] ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم بالکل نہیں کرتا، بوقت ضرورت اس کی مدد نہیں چھوڑتا، اس سے جھوٹ نہیں بولتا اور اس کی توہین نہیں کرتا۔'' اور یہ ''اصول'' اس فرمان الٰہی سے مأخوذ ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ [الحجرات ١٢] ''یقیناً اہل ایمان آپس میں

بھائی بھائی ہیں، پس تم اپنے بھائیوں کے مابین اصلاح کیا کرو۔''

بلاشبہ ہر نارمل آدمی اپنے سگے بھائی کے ساتھ محبت، ہمدردی، خیر خواہی اور حسن اخلاق کا معاملہ کرتا ہے۔اسی لیے اللہ پاک نے مسلمان بھائی کا حق بھی اسی طرح ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔حق تلفی اور ظلم وستم تو مسلمان کے لیے کسی کافر کے ساتھ بھی جائز نہیں؛مسلمان بھائی کے ساتھ اللہ تعالی کی رضامندی کی خاطر خصوصی شفقت وتعلق رکھنا چاہیے۔

ان نصوص کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان کے ساتھ حسن سلوک اور نیک نیتی سے برتاؤ کرنے کی بہت بڑی فضیلت ہے۔اور قول یا عمل کے ذریعے ناحق کسی قسم کی تکلیف پہنچانے کی سخت ممانعت ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے:﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝﴾ [الأحزاب ۵۸] ''اور جو لوگ مؤمنوں اور مؤمنات کو ان کے کسی برے کرتوت کے بغیر اذیت دیتے ہیں؛انہوں نے یقیناً بہتان اور بہت بڑے گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے۔'' اور فرمانِ نبوی ہے:''المؤمنُ مرآةُ المؤمنِ، المؤمنُ أخو المؤمن، يَكُفُّ عنه ضَيْعَتَه ويحُوطُه مِن ورائِه'' [السنن الكبرى للبيهقي ١٧١٢٦، شعب الإيمان ٧٢٣٨] ''مؤمن دوسرے مؤمن کا آئینہ ہے، مؤمن دوسرے مؤمن کا بھائی ہے، جو اس کی چیز کو ضائع ہونے سے بچاتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں اس (کی عزت وناموس اور مال ومتاع) کی حفاظت کرتا ہے۔''

خیر القرون کے بعد دشمنانِ دین کی سازشیں رنگ لانے لگیں:امت میں تعصبات نے جنم لیا۔مسلمان لوگ ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے۔قومی مفادات کو ذاتی مفادات پر قربان کیا جانے لگا۔اس طرح نبی کریم ﷺ کی یہ پیش گوئی پوری ہوگئی:عن عبدالله بن عمرو رضی اللہ عنہ أنّ رسولَ الله ﷺ قال: ''يوشكُ أن يأتيَ زمانٌ يُغربَلُ الناسُ فيه غربلةً تُبقِي حثالةً مِن الناسِ قد مَرِجتْ عُهودُهُم وأماناتُهم واختلفُوا فكانوا هكذا –وشبّكَ بينَ أصابعِه – فقالوا: وكيف بنا يا رسولَ الله؟ قال: ''تأخذونَ ما تعرفونَ وتَذَرون ما تُنكِرُونَ، وتُقبِلونَ على أمرِ خاصَّتِكُمْ وتذَرونَ أمرَ عامَّتِكُمْ'' [سنن أبي داؤد ٤٣٤٢، ابن ماجه ٣٩٥٧ وصححه الألباني، أحمد ٧٠٤٩، ٧٠٦٣ وصححه الأرنؤوط] ''عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں لوگوں کو خوب چھان لیا جائے گا، جو صرف ایسے ردی لوگوں کو باقی چھوڑے گا، جن کے وعدے اور امانتیں تباہ ہو چکی ہوں گی اور وہ آپس میں اس طرح اختلاف کریں گے: (یہ فرما کر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کیں۔) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:اے اللہ کے رسول ﷺ!ہمیں کیا حکم ہے؟ فرمایا:''جو تمہیں اچھا معلوم ہو اسے قبول کرو، جسے